سید عزیز الرحمٰن

تجارت کے اصول

''ہادیٔ اعظم ﷺ کی نظر میں''

﴿۲﴾

اسلام نے تجارت کی اہمیت اور انسانی زندگی میں اس کی ضرورت کے پیشِ نظر اس کے اصول مرتب کئے ہیں اور تجارت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، صحیح تجارت اور فاسد تجارت، اسلام کے بیان کردہ اصولوں میں تاجروں کے حقوق و فرائض سبھی آ جاتے ہیں اور درحقیقت یہ اصول اسلامی تجارت کے دستور کی حیثیت رکھتے ہیں، جس کی دفعات تجارت سے متعلق تمام معاملات کا بحسن و خوبی احاطہ کرتی ہیں، ان اصولوں کا خلاصہ الگ الگ عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ اصولِ تجارت کا جاننا

تاجر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے بیان کردہ اصول تجارت سے واقف ہو اور خرید و فروخت کے ضمن میں بیان کی گئی اسلامی شرائط جانتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شرط پر عمل پیرا ہو کر ان معاشی بے اصولیوں اور مالی بے ضابطگیوں سے بخوبی بچا جا سکتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت اور اسلامی اصول تجارت سے جہالت کی بناء پر ہمارے نظام معیشت میں در آئی ہیں۔ جن میں سے چند کا آگے چل کر ذکر ہوگا۔ اسی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں حکم فرما دیا تھا!

لایبیع فی سوقنا الامن قد تفقه فی الدین (۱)

ہمارے بازاروں میں صرف وہی خرید و فروخت کرے جو دین کی سمجھ رکھتا ہو۔

اسے کم از کم ان مسائل کا بقدر ضرورت لازماً علم ہو جن سے تجارتی معاملات کا براہ راست تعلق ہے۔

۲- تجارت کی اہلیت

تجارتی معاملات کرنے والوں کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ معاملات کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں، یعنی وہ عاقل، بالغ اور آزاد ہوں، اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو ان کا معاملہ درست نہ ہوگا اور یہ تجارت جائز نہ ہوگی۔ لہذا ناسمجھ بچے، مجنوں اور پاگل شخص اور غلام کی خرید و فروخت درست نہیں، غلام کی تجارت صرف اس صورت میں درست ہو سکتی ہے جب اس کا مالک اسے اجازت دے دے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

رفع القلم عن ثلاثة، عن النائم حتی یستیقظ، و عن الصبی حتی یشب و عن اطعتوہ حتی یعقل (۲)

تین افراد سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔(وہ شرعی احکامات کے مکلّف نہیں) ۱-سونے والے شخص سے بیدار ہونے تک، ۲-بچے سے بالغ ہونے تک، ۳-بے عقل شخص سے اس کی عقل کے لوٹ آنے تک۔

۳- برکت کے اوقات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت کو برکتوں والا فرمایا ہے۔ اس لئے آپ اگر کسی لشکر کو روانہ فرماتے تو صبح کے وقت ہی روانہ کیا کرتے تھے، تجارت کے لئے بھی یہ وقت باعث برکت ہے۔ اس لئے اپنے کاموں کا آغاز علی الصبح ہی کرنا چاہئے، اور اس بری روایت کو ختم کرنا چاہئے جس کے تحت ہمارے ہاں کاروباری سرگرمیاں بعد از زوال شروع ہوتی ہیں، حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول ہیں، وہ فرماتے ہیں۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰھم بارك فی امتی

فی بکو رھا قال و کانَ اذابعث سریۃ او جیشا بعثھم اول
النھار و کان صخرا رجلاتاجراً وکان اذا بعث تجارہ
بعثھم اول النھار فاثریٰ و کثر مالہ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میری امت کی صبحوں میں برکت عطا فرما (صبح کو شروع کئے جانے والے کاموں کو بابرکت بنا) صخرؓ فرماتے ہیں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی قافلہ یا لشکر روانہ فرماتے تو اسے علی الصبح ہی روانہ کیا کرتے تھے، اور صخرؓ خود بھی ایک تاجر تھے وہ جب اپنے تاجروں کو (تجارتی سفر پر) روانہ کرتے تو صبح کے وقت ہی بھیجتے تھے۔ اس بناء پر (حضور ﷺ کی دعا اور آپؐ کی سنت کی پیروی کی وجہ سے) وہ امیر ہو گئے اور ان کے پاس مال و دولت کی کثرت ہو گئی۔

اسی طرح قرآنی آیت!

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوا فِی الْاَرْضِ

(تفصیل پہلے گزر چکی ہے) کے پیش نظر جمعہ کے روز بعد از جمعہ کے وقت کو بھی تجارتی معاملات کے لئے بابرکت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ عراک بن مالک رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ جب وہ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر لوٹتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر دعا مانگتے!

اللّٰھم انی اجبت دعوتك وصلیت فریضتك و انتشرت
کما امرتنی فارزقنی من فضلك وانت خیر رازقین (۴)

اے اللہ! میں نے تیری دعوت پر لبیک کہا اور تیری فرض نماز ادا کی اور تیرے حکم کے مطابق (زمین میں رزق کی تلاش کے لئے) پھیل گیا، پس تو اپنے فضل سے رزق عطاء فرما تو بہترین رزق دینے والا ہے۔

اس لئے بعض سلف سے یہ منقول ہے کہ جو شخص جمعہ کے روز نماز کے بعد خرید و فروخت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تجارت میں ستر بار برکت عطا فرماتے ہیں۔ (۵)

۴- باہمی تعاون

تجارت کی بنیاد تو ہے ہی باہمی اعتماد و تعاون پر، اس لئے اس میں تعاون اور خیر خواہی کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ لہذا معاملات طے کرتے وقت ضروری ہے کہ فریقین کے مابین مکمل ہم آہنگی اور باہمی اعتماد کی فضاء قائم ہو اس کے بغیر خرید و فروخت درست نہ ہو گی، قرآن کہتا ہے!

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِ ثْمِ وَالْعُدْوَانِ (٦)

یعنی بھلائی کے امور میں تعاون کرو اور غلط کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ مت دو۔

اگر تجارتی معاملے میں بھی کسی برائی یا کسی زیادتی کا تمہیں احساس ہو تو معاملہ طے مت کرو۔

۵- ایک دوسرے کی خیر خواہی

مالی امور میں صرف اپنے مفاد کو پیش نظر رکھنا درست نہیں، بلکہ فریق مقابل کی خیر خواہی کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے، یہ نہیں ہونا چاہئے کہ ایک فریق کا زیادہ سے زیادہ منافع فریق ثانی کے زیادہ سے زیادہ نقصان پر منتج ہو، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا حکم دیا ہے، مسلم کی روایت ہے۔

عن تمیم الداریؓ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال، الدین النصیحة، قلنا لمن؟ قال للّٰہ، ولکتبه، ولرسوله، ولا ئمة المسلمین، و عامتهم (٧)

تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین تو خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے پوچھا کس کی خیر خواہی؟ فرمایا اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے حاکموں کی اور تمام

مسلمانوں کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے خیر خواہی کی بھی بیعت لیتے تھے، جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بایعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی النصح لکل مسلم(۸)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

اسی لئے یہ حکم بھی ہے کہ جس شخص سے مشورہ کیا جائے وہ ایمانداری کے ساتھ اور مکمل خلوص و خیر خواہی سے مشورہ دے کیونکہ وہ امین ہے اور امانت میں خیانت جرم ہے، فرمایا!

المستشار مؤتمن وھو بالخیار مالم یتکلم (۹)

جس سے مشورہ طلب کیا جائے اس کی حیثیت امین کی سی ہے، اسے اس وقت تک اختیار ہے جب تک وہ اپنا خیال ظاہر نہیں کرتا،

اور جب بات کرنے کا موقع آجائے تو پھر اس کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور اس کے پاس ایمانداری سے اپنی صحیح رائے ظاہر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

اور ایک روایت میں ارشاد ہے۔

دعوا الناس یصیب بعضھم من بعض و اذا استشار احدکم اخاہ فلینصحہ (۱۰)

لوگوں کو (ان کے معاملات میں آزاد) چھوڑ دو تاکہ وہ ایک دوسرے سے فائدہ اٹھائیں، اور جب تم میں سے کسی سے اس کا (مسلمان) بھائی مشورہ کرے تو اسے چاہئے کہ خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دے۔

۶- مضطر کی تجارت

تجارت اور خرید و فروخت کے دوران بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں جب انسان نہ چاہتے ہوئے بھی معاملات کرنے میں مجبور ہو جاتا ہے۔ کبھی کسی ضرورت اور خارجی سبب کی بناء پر اس کے لئے کسی چیز کا فروخت کرنا ضروری ہو جاتا ہے تو کبھی کسی مجبوری کے تحت کسی چیز کا حاصل کرنا لازمی قرار پاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ ہر قیمت پر معاملہ طے کرنا چاہتا ہے، حالانکہ طے ہونے والی قیمت پر وہ مطمئن نہیں ہوتا، یہ صورت اسلامی اصولِ تجارت کے خلاف ہے۔ انسان کو اپنے معاملات طے کرنے میں پوری آزادی ہونی چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بناء پر مضطر سے معاملات طے کرنے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا نقصان ہے۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے فرمایا!

> سیاتی علی الناس زمان عضوض یعض المؤسر علی مافی یدیه ولم یومر بذلك، قال اللّٰه تعالیٰ ولا تنسو الفضل بینکم، ویبایع المضطرون، وقد نهی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن بیع المضطر وبیع الغرر وبیع الثمرة قبل ان تدرك (۱۱)

> لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جب لوگ ایک دوسرے کو کاٹنے کو دوڑیں گے۔ (ایک دوسرے کو ستائیں گے) اور جو شخص مالدار ہوگا وہ اپنے مالوں کو دانتوں سے پکڑے رہے گا، حالانکہ ایسا حکم نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپس میں احسان کو مت بھولو، اور (لوگ) مجبور ہو کر خرید و فروخت کریں گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور کا مال خریدنے، دھوکے کی تجارت کرنے اور پکنے سے پہلے پھل بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

اسلام کا اصول یہ ہے کہ نہ خریدنے والے کا نقصان ہو نہ بیچنے والے کا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے!

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ علیہ وسلم لا ضرر ولا ضرار (۱۲)

ابن عباسؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ نقصان اٹھانا ہے نہ نقصان پہنچانا۔

۷- دھوکہ دہی سے اجتناب

دھوکہ دہی کی لعنت سے کوئی شعبہ خالی نہیں لیکن تجارت خاص طور پر اس سے متاثر ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک تو اپنے مال کے فرضی محاسن بیان کرنا اور اس کے عیوب پر پردہ ڈالنا تجارتی آداب میں شامل ہے اور ایک فن ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اس صورت میں خریدنے والے کا نقصان ہے، اس لئے اس کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں ہو سکتی، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے کہ مالِ تجارت کے عیوب خریدار پر واضح کر دینے چاہئیں اور اسے کسی بھی چیز سے اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہئے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بار مدینہ منورہ کے بازار میں غلے کے ایک ڈھیر پر سے گزر ہوا، آپ ﷺ کو اس ڈھیر کا ظاہری حصہ اچھا محسوس ہوا، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کے اندر داخل کیا تو اس میں وہ کچھ نکلا جو ظاہری حصے میں نہیں تھا۔ (یعنی ڈھیر کے اندر کا حصہ خراب تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مالک کو سرزنش کی پھر فرمایا!

لا غش بین المسلمین، من غشنا فلیس منا (۱۳)

مسلمانوں کے باہمی معاملات میں دھوکہ دہی نہیں ہونی چاہئے، جس نے ہمیں دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔

۸- فروخت کرنے والی چیز پر قبضہ ہونا

جو چیز فروخت کی جارہی ہے اس پر فروخت کرنے والے کا قبضہ ہونا ضروری ہے، آج کل بہت سی چیزوں میں یہ طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدنے کے بعد خود اس پر قبضہ حاصل کئے بغیر فوراً ہی اسے فروخت کر دیتا ہے، یہ کسی صورت درست نہیں، کیونکہ اس صورت میں بھی بدمعاملگی اور باہمی مناقشہ پیش آسکتا ہے۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شخص مجھ سے وہ چیز فروخت کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے جو میرے پاس موجود نہیں، تو کیا میں وہ اسے بیچ سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تبع مالیس عندك (۱۴)

تم وہ چیز فروخت مت کرو جو تمہارے پاس موجود نہیں ہے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

من ابتاع طعاماً فلا بیعه حتی یقبضه (۱۵)

جس شخص نے کھانے کی اشیاء (غلہ وغیرہ) خریدیں تو وہ اسے اس پر قبضہ کرنے سے قبل نہ بیچے۔

۹- پھلوں کی قبل از وقت فروخت

اسی طرح ایک غلط طریقہ یہ رائج ہے کہ پھلوں کو وقت سے بہت پہلے فروخت کر دیا جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو درختوں پر پھول بھی نہیں آیا ہوتا کہ اس کو بیچ دیا جاتا ہے، اسلامی اصولوں کے مطابق یہ طریقہ جائز نہیں اور اس طرح کی جانے والی ساری تجارت ناجائز ہے، پھلوں کی خرید و فروخت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پھلوں میں جب پختگی آجائے تب اس کی خرید و فروخت کی جائے۔ اس کو حدیث میں "بدو صلاح" فرمایا گیا ہے اور پختگی سے قبل بیع اور ہر طرح کی خرید و فروخت ممنوع ہے، کیونکہ اس صورت میں خریدنے والے کا نقصان ہے، اس لئے کہ جب پھل اپنی اصل شکل میں بنا ہی نہیں تو یہ امکان موجود ہے کہ

آندھی یا طوفان، تیز بارش اور اولوں یا کسی بیماری کے حملے کی وجہ سے وہ استعمال کئے جانے کی حالت میں آنے سے قبل ہی ضائع ہو جائے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں خریدنے والا سراسر خسارے میں رہے گا، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے!

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا تبتا عوا الثمر حتیٰ یبدوصلاحه و تذهب عنه الآ فة قال یبدو صلا حها حمرته و صفرته (١٦)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھلوں کو (درختوں پر) اس وقت تک مت بیچو جب تک ان کی پختگی ظاہر نہ ہو جائے اور ان سے آفت کے جانے کا یقین نہ ہو جائے اور فرمایا اس کی پختگی یہ ہے کہ ان (پھلوں) پر سرخی یا زردی ظاہر ہو جائے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے وہ فرماتے ہیں!

نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن بیع الثمار حتی یبد و صلاحها، نهی البائع والمشتری (١٧)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی پختگی ظاہر ہونے سے قبل ان کی بیع سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو منع کیا ہے،

یعنی قبل از وقت فروخت سے باز رہنا دونوں کی ذمہ داری ہے اور اگر اس حکم کی خلاف ورزی کی گئی تو گناہ گار بھی دونوں ہوں گے،

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی کئی برس کا پھل ایک ساتھ بیچنے کی بھی ممانعت فرمادی، کیونکہ یہ بھی "قبل از وقت فروخت" ہی ہے اور اس میں بھی نقصان کا اندیشہ بالکل واضح ہے، جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے!

قال نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن بیع السنین (١٨)

وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی کئی برس کی خرید و
فروخت سے منع فرمایا۔

۱۰- ذخیرہ اندوزی

تجارت میں ایک اور اہم مسئلہ ذخیرہ اندوزی کا ہے، اس کے برے اور مضر اثرات کا مشاہدہ عموماً اس وقت ہوتا ہے جب کسی چیز کی طلب میں اضافہ اور رسد میں کمی ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں مفاد پرست طبقہ عوامی ضروریات کا خیال کئے بغیر اس جنس کو بڑی تعداد میں خرید کر گوداموں کی زینت بنا دیتا ہے اور من مانے نرخ وصول کرتا ہے، اسے عربی میں احتکار کہتے ہیں، ابن منظور لکھتے ہیں۔

احتکار لغت میں کھانے پینے کی اشیاء کو گرانی کے انتظار میں روک رکھنے کو کہتے ہیں۔ (۱۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو باعثِ گناہ فرمایا، معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔

سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول لا یحتکر
الا خاطی (۲۰)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپؐ فرما رہے
تھے کہ ذخیرہ اندوزی خطاکار ہی کرتا ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

الجالب مرزوق والمحتکر ملعون (۲۱)

باہر سے لاکر بیچنے والا رزق پائے گا اور ذخیرہ اندوز ملعون ہے۔

اور حضرت عمرؓ سے ہی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا!

من احتکر علی المسلمین طعامھم ابتلاہ اللّٰہ بالجذام او

بالا فلاس (۲۲)

جس نے مسلمانوں کی غذائی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی کی اللہ اسے جذام میں یا افلاس میں مبتلا کرے گا۔

اور امام مالکؒ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں!

لاحکرة فی سوقنا، لا یعمد رجال بایدیهم فضول من اذهاب، الی رزق من رزق الله نزل بسا حتنا فیحتکرونه علینا ولکن ایما جالب جلب علی عمود کبده فی الشتاء والصیف، فذالك ضیف عمر فلبیع کیف شاء الله، ولیمسك کیف فشاء الله (۲۳)

ہمارے بازار میں کوئی ذخیرہ اندوزی نہ کرے، جن لوگوں کے پاس ضرورت سے زیادہ رقم ہے وہ ہمارے ملک میں آنے والے اللہ کے رزق میں سے خرید کر بالکل ذخیرہ اندوزی نہ کریں، اور جو شخص تکلیف اٹھا کر سردی یا گرمی میں ہمارے ملک میں غلہ لائے تو وہ عمرؓ کا مہمان ہے، جیسے اللہ کو منظور ہو وہ بیچے اور جیسے اللہ کو منظور ہو وہ روک لے۔

یعنی مالک کو اختیار ہے جتنا مال چاہے بیچے جتنا چاہے روک لے،

اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی ذخیرہ اندوزی کی ممانعت منقول ہے۔(۲۴)

فقہا نے عام طور پر کھانے پینے کی اشیاء میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کو ناجائز قرار دیا ہے خواہ وہ انسانوں کی خوراک ہو یا جانوروں کی لیکن امام ابویوسف کے نزدیک ان تمام چیزوں کی ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے جن سے عامتہ الناس کو نقصان پہنچے۔(۲۵)

اور جب ذخیرہ اندوزی سے نقصان کا اندیشہ ہو تو حاکم کو اختیار ہے کہ ذخیرہ اندوز کو حکم دے کہ اپنی ضرورت کا غلہ روک کر باقی فوراً مارکیٹ میں (مارکیٹ ریٹ پر) فروخت کردے، اور آئندہ ذخیرہ اندوزی نہ کرنے کی اُسے تاکید کرے اور اگر وہ پھر بھی باز نہ آئے تو

اسے قید بھی کر سکتا ہے۔(۲۶)

۱۱- نرخ بڑھانے کے لئے مداخلت کرنا

بعض اوقات خریداری مقصود نہیں ہوتی، صرف نرخ بڑھانے کے لئے معاملے میں مداخلت کی جاتی ہے، چونکہ اس صورت میں بھی ایک فریق کا نقصان ہے اس لئے اس سے بھی منع فرمایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل پر سخت وعید فرمائی ہے۔ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ!

من دخل فی شئی من اسعار المسلمین لیغلیه علیهم کان حقاً علی اللّٰه ان یقذفه فی معظمه من النار یوم القیامة(۲۷)

جس شخص نے مسلمانوں پر نرخ بڑھانے کے لئے ان کے سودے میں مداخلت کی تو اللہ کے ذمہ (اس مظلوم کا) یہ حق ہے کہ وہ ایسے (مداخلت کرنے والے) شخص کو قیامت کے روز بہت بڑی آگ میں ڈال دے۔

اور دوسری روایت میں فرمایا!

لایحل لا مرئ یؤمن باللّٰه و الیوم الآ خران یبیع علی بیع اخیه حتی یتر که (۲۸)

جو شخص اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے بھائی کی خرید و فروخت پر معاملہ نہ کرے، جب تک کہ وہ اس (معاملے کو) چھوڑ نہ دے۔

اور ایک روایت میں ہے۔

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا تنا جشوا (۲۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "نجش" مت کرو۔

نجش کے معنی دھوکہ کرنے اور نرخ بڑھانے کے لئے بولی لگانے کے آتے ہیں، ابو عبیدؒ کہتے ہیں!

هوان يزيد الرجل ثمن السلعة وهولا يريد شراء ها و لكن ليسمعه غيره فيزيد بزيادته (۳۰)

نجش یہ ہے کہ ایک شخص کسی چیز کی قیمت لگائے لیکن اس کا مقصد اسے خریدنا نہ ہو بلکہ وہ یہ چاہتا ہو کہ دوسرا شخص اس کی قیمت سن کر اس چیز کی قیمت بڑھادے۔

جوہری کی بھی یہی رائے ہے۔(۳۱) اور خطابی سے بھی یہی تشریح منقول ہے(۳۲)

۱۲- بازار میں آنے سے پہلے مال خرید لینا

تاجر بازار میں قیمتوں کو اپنے ہاتھ رکھنے اور عام حالات سے کہیں زیادہ منافع اٹھانے کے لئے بعض اوقات تمام یا اکثر مال اٹھالیتے ہیں اور پھر اپنی پسندیدہ قیمتوں پر اسے سپلائی کرتے ہیں،اس صورت میں ذخیرہ اندوزی والا نقصان تو نہیں ہے، چیز بازار میں موجود تو رہتی ہے لیکن اس کی قیمت میں بلاجواز اضافہ ضرور ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے گاہک کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی ممانعت فرمادی۔

عربوں میں ایک طریقہ یہ رائج تھا کہ مال لے کر جو قافلہ بازار کی طرف آتا اسے چند لوگ شہر سے باہر ہی روک لیتے اور وہیں پر تاجروں سے معاملہ طے کر لیتے تھے، منڈی تک آنے والوں کی رسائی ہو ہی نہیں پاتی تھی۔(۳۳)

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم نهی عن تلقی الجلب(۳۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر سے سامانِ تجارت لانے والے سے آگے بڑھ کر ملنے سے منع فرمایا۔

اسی طرح دیہات کے آدمی سے شہری افراد کو معاملہ کرنے سے بھی منع فرمایا، کیونکہ اس کو بازار کا جائزہ لئے بغیر قیمت کا اندازہ نہیں ہوگا اور یوں اسے شہر کے تاجروں کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑے گا، ابن عباسؓ سے روایت ہے!

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يبيع حاضر لباد(۳۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو دیہاتی سے خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

اور جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی وجہ بھی بیان فرمائی، فرمایا!

لا يبيع حاضر لباد، وذروا الناس يرزق الله بعضهم من بعض (۳۶)

شہری دیہاتی سے تجارت نہ کرے اور لوگوں کو چھوڑ دو (ان کے معاملے میں مداخلت مت کرو) اسی طرح اللہ تعالیٰ بعض کے ذریعے بعض کو رزق پہنچاتا ہے۔

۱۳- ناپ تول میں کمی کرنا

ناپ تول میں کمی کرنا اخلاقی جرم تو ہے ہی ویسے بھی اس کے بہت سے مفاسد ہیں، مثلاً خریداروں کا اس پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور یہ عمل جھوٹ، خیانت دھوکہ دہی سمیت بہت سی برائیوں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اسلام اس کی سختی کے ساتھ ممانعت کرتا ہے، قرآنِ حکیم میں متعدد مقامات پر پورا پورا تولنے کا حکم دیا ہے۔ سورۃ انعام میں فرمایا!

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ج (۳۷)

اور پیمانے اور میزان کو انصاف کے ساتھ پورا کرو۔

اور دوسرے مقام پر ایسے لوگوں کے لئے سخت ترین وعید بیان فرمائی جو ناپنے تولنے میں کمی بیشی کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے!

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوا عَلَی النَّاسِ
یَسْتَوْفُونَ ○ وَاِذَا کَالُوھُمْ اَو وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْن ○(۳۸)

ہلاکت ہے (ناپ تول میں) کمی بیشی کرنے والوں کے لئے، وہ لوگ کہ جب ناپ کر لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت اہلِ مدینہ ناپ تول میں سب سے زیادہ بخل کرنے والے تھے، اس پہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **ویل للمطففین الخ** -(۳۹) اس کے بعد وہ صحیح تولنے لگے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

خمس بخمس قیل : یا رسول اللّٰہ (ﷺ) وما خمس بخمس؟ قال: مانقض قوم العھد الاسُلط علیھم عدو ھم، وما حکموا بغیر ما انزل اللّٰہ الا فشافیھم الفقر، ولا ظھرت فیھم الفاحشۃ الا فشا فیھم الموت، ولا منعوا الزکاۃ الا حُبس عنھم القطر، ولا طففوا المکیال الا حبس عنھم النبات واُخذوا بالسنین (۴۰)

پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے آتی ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ یہ پانچ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا، ۱- جب کوئی قوم عہد توڑتی ہے تو اللہ اس پر اس کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ ۲- اور جب وہ اللہ کے نازل کردہ احکامات کے خلاف فیصلہ کرتی ہے تو اس میں فقر (افلاس) پھیل جاتا ہے، ۳- اور جس قوم

میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اس میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے،
۴-اور جو قوم زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے لگتی ہے اس سے بارش
روک لی جاتی ہے ۵-اور جب ناپ تول میں کمی بیشی کرنے لگتی ہے تو
ان کی زمین سے روید گی روک لی جاتی ہے اور اسے قحط میں مبتلا کر دیا جاتا
ہے۔

۱۴- وزن کرتے ہوئے احتیاط

ناپ تول میں کمی کے مسئلے میں معاملے کی سنگینی کے پیش نظر یہ ہدایت بھی فرمائی گئی کہ تولتے اورناپتے وقت صرف پورا پورا تولنے کا خیال نہیں رکھو بلکہ جھکتا ہوا تولو سوید بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جلبت انا و مخرمة بزامن ھجر فبعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم سراویل و ثم وزان یزن بالا جرفقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم زِن وارجح(۴۱)

میں اور مخرمہ (رضی اللہ عنہ) مقام ہجر سے کپڑا خرید کر لائے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شلوار فروخت کی، وہاں ایک وزن کرنے والا تھا، جو اجرت لے کر وزن کیا کرتا تھا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ وزن کیا کرو اور جھکتا ہوا تولا کرو۔

۱۵- جھوٹی قسم کھانا

مال بیچنے اور گاہک کو مطمئن کرنے کے لئے قسمیں کھانا بھی عام معمول ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں جھوٹی قسمیں اٹھالینا کوئی عجیب بات نہیں، اور یہ صورت بھی حقائق کے برعکس گاہک کو مطمئن کرنے کے لئے ہوتی ہے، اس لئے اسلام کے نزدیک درست نہیں اور اس سے منع فرمایا ہے۔

قرآنِ کریم میں فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ – (۴۲)

اور اپنا مال آپس میں ناحق طریقے سے مت کھاؤ۔

مفسرین کے نزدیک اس میں جھوٹی قسم بھی شامل ہے۔(۴۳)

اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں!

اس ارشادِ خداوندی (ولا تاکلوا الخ) کے الفاظ عام ہیں کہ باطل اور ناجائز طریق سے کسی کا مال نہ کھاؤ، اس میں کسی کا مال غصب کر لینا بھی داخل ہے۔(چند سطروں بعد) جھوٹ بول کر یا جھوٹی قسم کھا کر کوئی مال حاصل کر لینا یا ایسی کمائی جس کو شریعتِ اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے، اگرچہ اپنی جان کی محنت ہی سے حاصل کی گئی ہو وہ سب حرام اور باطل ہیں۔(۴۴)

ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تین قسم کے افراد کے لئے سخت ترین وعید فرمائی ہے ان میں سے ایک جھوٹی قسم کھانے والا ہے۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے!

ثلثة لا ينظر الله اليهم يوم القيمٰة، ولا يز كيهم، ولهم عذاب اليم، قلت من هم يا رسول الله ؟ فقد خابوا وخسروا قال! المنان، والمسبل ازاره، والمنفق سلعة بالحلف الكاذب (۴۵)

تین طرح کے افراد ایسے ہیں اُن کی طرف اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ تو (رحمت کی نظر سے) دیکھیں گے نہ انہیں پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، میں (ابوذرؓ) نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون لوگ ہیں؟ وہ تو برباد ہو گئے وہ تو خسارے میں رہ گئے، فرمایا ایک احسان جتانے والا، دوسرا شلوار (وغیرہ تکبر کی وجہ سے) لٹکانے والا اور تیسرا جھوٹی قسم اٹھا کر اپنا مال فروخت کرنے والا۔

اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا!

الحلف منفقة للسلعة، ممحقة للبركة (۴۶)

(جھوٹی) قسم سامان بکوادیتی ہے اور برکت مٹادیتی ہے۔

۱۶- حرام اشیاء کی تجارت

جو چیزیں خود حرام ہیں ان کی خرید و فروخت بھی حرام اور ناجائز ہے، مثلاً شراب، خنزیر وغیرہ، بعض اوقات یہ شیطانی وسوسہ بھی دل میں پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی چیز خود حرام ہے تو کیا ہوا ہم اسے ذاتی استعمال میں تو نہیں لا رہے ہم تو اپنی محنت کا صلہ لیتے ہیں، مگر یہ فقط شیطانی وسوسہ ہے، کیونکہ حرام چیز کی خرید و فروخت کرنا اسے رائج کرنے کے بھی مترادف ہے۔ اور خود حرام کام میں شرکت کرنے کے بھی، اس لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ان اللّٰه تعالٰى اذا حرم شيأء حرم ثمنه (۴۷)

اللہ تعالٰی نے جو چیز حرام کی ہے اس کی قیمت بھی حرام ہے۔

اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

لايحل ثمن شيئ لا يحل اكله وشربه (۴۸)

اس چیز کی قیمت بھی حلال نہیں ہے جس چیز کا کھانا پینا حلال نہیں ہے۔

اس حکم کی مزید وضاحت مدینہ منورہ میں حرمتِ شراب کے ابتدائی دور کے اِس واقعے سے ہو گی، جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو مدینہ منورہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی، اور لوگوں نے اسی وقت ساری شراب ضائع کر دی، مگر سب سے حیرت انگیز واقعہ یہ رونما ہوا کہ ایک صحابیٔ رسول اپنا سارا مال لے کر تجارت کے لئے شراب خریدنے گئے ہوئے تھے۔ وہ جب تجارتی مال لے کر شام سے لوٹے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے قبل ہی انہیں حرمتِ شراب کی اطلاع مل گئی، وہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے معاملے میں رہنمائی چاہی، آپ ﷺ نے فرمانِ خداوندی کے مطابق حکم دیا کہ ساری شراب بہادو، اس سچے جاں نثارِ رسول ﷺ نے بلا جھجک اپنا سارا

سرمایہ زمین پر بہادیا، جس سے انہیں بڑے بھاری منافع کی امیدیں تھیں۔(۴۹)

اسی طرح ان اشیاء کی فروخت کی بھی ممانعت ہے جو مخرب الاخلاق قرار دی جاتی ہیں، یا جن سے قوم کے اخلاق بگڑنے کا خطرہ ہوتا ہے، آلاتِ لہو و لعب یعنی گانے بجانے اور اس سے ملتی جلتی اشیاء کی خرید و فروخت کے متعلق قرآنِ حکیم میں ارشاد باری ہے!

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَا لْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَ هَا هُزُوًا ○ أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ○(۵۰)

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو غافل کر دینے والی باتوں کو خریدتا ہے تاکہ سوچے سمجھے بغیر (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے گمراہ کرے اور اس (قرآن کریم) کا مذاق اڑائے، ایسے لوگوں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

یہ آیت نضر بن حارث کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے، اس نے گانے والی باندی خریدی تھی اور اسے جس شخص کے متعلق علم ہوتا کہ وہ مسلمان ہونے والا ہے اس کو اپنی باندی کے پاس لاتا اور اسے کہتا کہ اسے شراب پلاؤ اور ناچو گاؤ، اور پھر کہتا کہ یہ عیش اچھا ہے یا نماز روزہ؟(استغفر اللہ)(۵۱)

اس آیت کی رو سے گانا بجانا حرام ہے اور ''لہو الحدیث'' سے مراد گانا ہے۔(۵۲)

اسی طرح گانا بجانا سکھانا بھی جائز نہیں نہ ایسی عورتوں (اور مردوں) کی خرید و فروخت جائز ہے۔(۵۳)

اس دور میں یہ کام زر خرید لونڈیاں کیا کرتی تھیں، اس لئے آج کے دور میں وہ تمام چیزیں جن کا تعلق اخلاق کے خراب کرنے سے ہے اس فہرست میں شامل ہوں گی لہذا نہ صرف گانے بجانے کے آلات، تصویریں، رقص و سرود سے متعلق اشیاء، سینما، وڈیو فلموں آڈیو کیسٹیں وغیرہ کی تیاری اور ان کے فروغ میں کسی بھی قسم کی اعانت اور تعاون ناجائز اور حرام ہے اور سخت گناہ اور عذاب کا موجب ہے بلکہ فحش لٹریچر سمیت ان تمام

چیزوں کی اشاعت اور فروغ میں اعانت حرام ہے جو کسی بھی طرح حرام اشیاء اور ناجائز چیزوں کے زمرے میں آتے ہیں۔

۱۷- سود (ربا) کی ممانعت

ربا (جسے اردو میں سود کہتے ہیں) کے لغوی معنی اضافے، زیادتی اور بلندی کے ہیں۔ (۵۴)

اور اس کے عرفی معنی بیان کرتے ہوئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں،

والربا الزيادة على رأس المال (۵۵)

اصل رقم پر زیادتی کو سود کہتے ہیں۔

اور زجاج کے بقول سود کی تعریف یہ ہے۔

هو كل قرض يوخذبه اكثرمنه (۵٦)

ہر وہ قرض جس پر اس سے زیادہ مقدار لی جائے وہ سود ہے۔

اور اس کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے علامہ آلوسی فرماتے ہیں!

الربافي الشرع عبارة عن فضل مال لايقابله عوض في معاوضة مال بمال (۵۷)

ربا شریعت میں اس زائد مال کو کہتے ہیں جو مال کے بدلے مال کا معاملہ کرتے ہوئے دیا جائے اور اس کے مقابلے میں کوئی عوض نہ ہو۔

سود کی لعنت سے کون واقف نہیں؟ آج کل کی معیشت کا بال بال سودی معاملات میں جکڑا ہوا ہے، اس کی حقیقت سب جانتے ہیں اس لئے اس موضوع پر صرف ایک آیت اور دو احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے!

يَأَيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبَوٓا إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۝ج (۵۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم (سچے) مومن ہو، اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سود کھانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں۔

لعن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اکل الربوا و موکلہ وشاھدیہ و کاتبہ (۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے اس (سودی کاروبار) کے گواہوں اور اس (معاملے کو تحریر کرنے والے) کاتب پر لعنت فرمائی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موجودہ دور کی کیسی صحیح منظر کشی فرمائی ہے۔

قال لیاء تین علی الناس زمان لا یبقی احد الا اکل الربا فان لم یا کلہ اصابہ من بخارہ (۶۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب ایسا کوئی شخص باقی نہ رہے گا، جس نے سود نہ کھایا ہو اور جو سود نہ کھائے گا، تب بھی اس کا اثر اس تک ضرور پہنچے گا۔

اب یہ ہمارا عمل ہے کہ ہم سودی زندگی میں شریک ہو کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لئے تیار ہوتے ہیں اور ان کی لعنت کے مستحق بنتے ہیں یا پھر اپنی سابقہ بداعمالیوں سے توبہ کر کے اس لعنت کا طوق اپنی گردنوں سے نکال پھینکتے ہیں۔

۱۸- دیانت داری

دیانت داری انسان کا بنیادی وصف ہے۔ جس پر اس کے اخلاق کی پوری عمارت استوار ہوتی ہے، اسلام میں ہر معاملے میں امانت و دیانت کا پاس رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، قرآنِ

کریم میں نیک عمل مسلمانوں کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے، فرمایا!

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ○ (۶۱)

(مسلمان) وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھتے ہیں۔

ابن مسعودؓ کی روایت میں آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

لا ایمان لمن لا امانة له ولادين لمن لا عهدله (۶۲)

اس شخص کا ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اس کا دین نہیں جس کو عہد کا پاس نہیں۔

خصوصاً کاروباری معاملات میں دیانت و امانت کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں، ایسا شخص جو دیانت داری سے اپنے فرائض ادا نہیں کرتا اور اپنے معاملات میں امانت و دیانت کا خیال نہیں رکھتا اپنی زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

ایک بار مدینہ منورہ کے باہر ایک قافلہ آکر ٹھہرا، ان کے پاس ایک سرخ رنگ کا اونٹ بھی موجود تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گزر ہوا آپؐ نے قیمت پوچھی انہوں نے جو قیمت بتائی آپؐ نے وہ قبول کرلی اور (قیمت ادا کئے بغیر) اونٹ کو لے کر شہر کی طرف روانہ ہوگئے، بعد میں اہل قافلہ کو خیال ہوا کہ قیمت وصول کئے بغیر اونٹ نہیں دینا چاہئے تھا جبکہ جان پہچان بھی نہیں، قافلے میں ایک خاتون بھی تھی اس نے کہا کہ مطمئن رہو ہم نے ایسا روشن چہرہ کسی کا نہیں دیکھا، رات ہوئی تو آپؐ نے اونٹ کی قیمت اور اہل قافلہ کے لئے کھانا بھجوادیا۔ (۶۳)

یہ تھے ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام جن پر بغیر دیکھے اور بغیر جانے لوگ ایمان لے آتے تھے کہ یہ دھوکہ نہیں دے سکتے اور ایک ہم ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کے دعوے دار اور آپؐ کی شفاعت کے امیدوار ہیں اور عالم یہ ہے کہ ہمارا دنیا میں کہیں بھی اعتبار و اعتماد باقی نہیں رہا اور ہر اخلاقی برائی ہم سے منسوب ہو رہی ہے، استغفر اللہ العظیم، اللہ تعالیٰ ہمیں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین

۱۹- صداقت شعاری

دیانت و امانت کے ساتھ ساتھ صداقت اور سچائی بھی نہایت ضروری وصف ہے، خصوصیت کے ساتھ تجارتی وکاروباری معاملات میں اس کی اہمیت کا کوئی منکر نہیں، عام زندگی میں بھی اس کی خاص تاکید فرمائی گئی ہے۔

قرآنِ حکیم میں جن لوگوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کے وعدے کئے گئے ہیں ان کی بیان کردہ صفات میں ایک صفت صداقت بھی ہے، فرمایا!

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
وَالْقٰنِتِينَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِينَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِينَ
وَالصّٰبِرَات وَالْخٰشِعِينَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ
وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصّٰئِمِينَ وَالصّٰئِمٰتِ وَالْحٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ
وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَالذّٰاكِرٰتِ أَعَدَّ اللّٰهُ
لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ○ (۶۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر تاجروں کو صداقت وراست بازی کی تاکید فرمائی ہے، ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نکلے تو وہاں لوگوں کو خرید و فروخت میں مصروف دیکھا، آپؐ نے فرمایا اے تاجرو! وہ آپؐ کی پکار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوگئے، پھر آپؐ نے فرمایا!

ان التجار يبعثون يوم القيامة فجارا الامن اتقىٰ اللّٰه وبروصدق (۶۵)

بیشک (اکثر) تاجر قیامت کے روز فاجر (بدکار) اٹھائے جائیں گے، سوائے ان تاجروں کے جو اللہ سے ڈرتے رہے اور نیکی کی راہ اختیار کی اور صداقت سے کام لیا۔

۲۰- زکوٰۃ کی ادائیگی

اگرچہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا فریضہ صرف تاجروں کے ساتھ خاص نہیں لیکن اس جانب سے بھی کوتاہی کی روایت عام ہے اس لئے اس جانب بھی توجہ کی ضرورت ہے۔

زکوٰۃ ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے، زکوٰۃ اسلامی نظامِ معیشت کا ایک امتیاز اور غرباء و مساکین کی کفالت کا مربوط اور وسیع نظام ہے، جس کا صحیح معنی میں نفاذ معاشرے بھر سے غربت اور فقر کو ختم کرنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے، جیسا کہ اس کی تاریخی مثالیں موجود ہیں۔

قرآنِ حکیم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا!

خُذْمِنْ أَمَوالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا (٦٦)

آپؐ ان (مسلمانوں) کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے لیں تاکہ اس کے ذریعے انہیں پاک وصاف کریں۔

اس آیت میں زکوٰۃ کی وجہ بھی بیان کر دی کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کو پاکی اور طہارت حاصل ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ان اللّٰہ قد فرض علیھم صدقة توخذ من اغنیاء ھم فترد فی فقراء ھم (٦٧)

بیشک اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے فقراء کو دی جائے گی۔

اہلِ تجارت کے ہاں اس جانب سے بھی غفلت عام ہے، حالانکہ یہ ان فرائض میں سے ہے جنہیں ارکانِ اسلام قرار دیا گیا ہے۔

۲۱- قرض کی ادائیگی

عام طور پر تجارت کا زیادہ تر انحصار قرض پر ہوتا ہے، خصوصاً آج کے دور میں

تجارتی قرضوں کی اہمیت بہت زیادہ ہے، اس لئے اسلامی تجارت کے اصول و ضوابط میں بھی اسے اہمیت حاصل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کی بروقت ادائیگی کی تلقین فرمائی اور عملی طور پر بھی اس کی تربیت دی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

من اخذا اموال الناس یرید اداء ھا ادی اللّٰہ عنہ، ومن اخذ یرید اتلافھا اتلفہ اللّٰہ (۶۸)

جس شخص نے لوگوں کا مال (بطورِ قرض) ادا کرنے کی نیت سے لیا تو اللہ اس کی ادائیگی کا سامان کر دے گا اور جس شخص نے مال ضائع کرنے (اور ادا نہ کرنے) کے ارادے سے لیا تو اللہ اسے ضائع کر دے گا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کی ادائیگی میں بلاوجہ ٹال مٹول سے کام لینے کو ظلم قرار دیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

مطل الغنی ظلم (۶۹)

مال دار شخص کا (جو قرض کی ادائیگی کی طاقت رکھتا ہو) ٹال مٹول سے کام لینا اور قرض (بروقت) ادا نہ کرنا ظلم ہے۔

۲۲- انفاق فی سبیل اللہ

زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ تاجروں پر لازم ہے کہ وہ دوسری مدوں میں بھی مسلمان حاجت مندوں کی مدد کریں، یہ اخلاقی طور پر بھی ان کی ذمہ داری بنتی ہے، اسلام بھی اس کی تاکید و تلقین کرتا ہے اور ان کی تجارت کے فروغ کے لئے بھی یہ ضروری ہے۔

قرآنِ حکیم میں فرمایا!

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۝ (۷۰)

(لوگو!) تم اس وقت تک نیکی (میں کمال) ہرگز نہ حاصل کر سکو گے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو، اور فرمایا!

وَفِي أَمْوالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُومِ O (۷۱)

اور ان کے مالوں میں سائلوں اور ناداروں کا بھی حق ہے۔

قیس ابن ابی غرزہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

یا معشرالتجار ! ان الشیطان والاثم یحضران البیع، فشوبوابیعکم بالصدقة (۷۲)

اے تاجرو! بلاشبہ شیطان اور گناہ دونوں خرید و فروخت کے موقع پر آموجود ہوتے ہیں، سو تم اپنی تجارت کے ساتھ صدقے کو ضرور ملا دیا کرو۔

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اغنیاء کے رزق کو غریبوں اور ضعیفوں کا صدقہ قرار دیا، ابودرداء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اغنیاء کو خطاب کر کے فرمایا!

ابغونی الضعفاء فانما ترذقون و تنصرون بضعفائکم-(۷۳)

میری ضعفاء کے بارے میں مدد کرو، کیونکہ تمہیں رزق بھی تمہارے ضعفاء کے ذریعے دیا جاتا ہے۔ اور تمہاری مدد بھی انہی کے ذریعے کی جاتی ہے۔

۲۳- پس اندازی

انسانی فطرت ہے کہ جب اسے قدرے فراخی حاصل ہوتی ہے تو وہ خرچ کی طرف سے بے فکری کا مظاہرہ کرنے لگتا ہے، جس کے نتیجے میں بداحتیاطی بھی سامنے آتی ہے۔ اس کے سدِباب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراف کی سختی سے ممانعت فرمائی، اسی

اسراف کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان مستقبل کی طرف سے بالکل بے پرواہ ہو جاتا ہے اور جس قدر کماتا ہے اسے فوراً اڑا دینے کی کوشش کرتا ہے، اس کی توجہ پس اندازی کی جانب نہیں ہوتی، حالانکہ پس اندازی انسان کی اہم ضرورت اور اچھی عادات میں سے ہے، کیونکہ بسا اوقات انسان حادثاتی طور پر مشکلات کا شکار ہو جاتا ہے ایسی صورت میں پس انداز شدہ رقم کو کام میں لانا دستِ سوال دراز کرنے سے یقیناً بدرجہا بہتر ہے۔ مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان کی ایک باندی تھی جو دودھ فروخت کیا کرتی تھی، جس کی رقم مقدامؓ لیتے تھے، جس پر انہیں کہا گیا کہ سبحان اللہ آپ دودھ جیسی چیز فروخت کر کے اس کی قیمت لیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں، اس میں کیا مضائقہ ہے؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ!

لیأ تین علی الناس زمان لا ینفع فیه الا الدینار والدرهم-(۷۴)

(عنقریب) لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا جب دینار و درہم کے سوا کوئی چیز نفع نہ دے گی۔

۲۴- ذکرِ الٰہی

تاجروں کو ایک ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ وہ کاروباری مصروفیات میں غرق ہو کر اپنے خالق اور رازق کو نہ بھلا بیٹھیں بلکہ کاروباری مصروفیات اپنی جگہ عبادت اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجاآوری میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے، بلکہ خدا سے رشتہ قائم رہنا چاہئے، قرآنِ حکیم میں نیک لوگوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشادِ باری ہے۔

رِجَالٌ لَّاتُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَابَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ○ (۷۵)

ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہیں روکتی،

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہیں دنیا اور دنیا کا سامان اور اس سے وابستہ مفادات اپنے رب کے ذکر سے روک نہیں سکتے، انہیں اس امر کا یقینِ کامل ہے کہ آخرت اور اس کی نعمتیں ہی اصلی و ابدی حقیقت ہیں، جن کے سامنے دنیا اور متاعِ دنیا کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ دنیا کا سب ساز و سامان اور اسبابِ آرائش و زینت فانی ہیں ختم ہونے والے ہیں، جبکہ سامانِ آخرت ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔(۷٦)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بعض تاجروں کو اپنے کام میں مصروف دیکھا لیکن جیسے ہی اذان ہوئی انہوں نے خرید و فروخت فوراً بند کردی اور نماز کے لئے مسجد کی طرف جانے لگے انہیں دیکھ کر ابن مسعودؓ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا اس آیت میں اسی طرح کے نیک فطرت لوگوں کا ذکر ہے۔(۷۷)

اس قسم کے واقعات ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے حضرات سے بھی مروی ہیں۔(۷۸)

اسماء بنت یزید بن سکن سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزِ قیامت جب اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا اور اس کی پکار تمام لوگ سنیں گے وہ کہے گا کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟ پھر وہ کہے گا کہ وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنہیں تجارت اور کاروبار اللہ کے ذکر سے نہ روکتے تھے، سو وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اگرچہ وہ تھوڑے ہوں گے، ان کے بعد پھر ساری مخلوق کا حساب کتاب شروع ہوگا۔(۷۹)

۲۵- تجارت میں آسانی کرنا

نرمی اور آسانی بھی پسندیدہ صفات میں سے ہے اور عام زندگی میں بھی ہمیں یہی حکم ہے کہ نرمی کی جائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ان اللّٰہ رفیق ویحب الرفق (۸۰)

اللہ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسرو (۸۱)

لوگوں کو خوشخبری دو اور انہیں متنفر مت کرو اور ان کے لئے آسانیاں پیدا کرو، ان کے لئے مشکلات پیدا نہ کرو،

اسی طرح تجارتی معاملات اور کاروباری لین دین میں بھی آسانیاں پیدا کرنے اور لوگوں کی مشکلات دور کرنے کی تلقین کی گئی ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ان اللّٰہ یحب سمح البیع، سمح الشراء، سمح القضاء (۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خریدنے میں، بیچنے میں اور فیصلہ کرنے میں آسانی کرنے کو پسند کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام

یہ تھا اسلام کے پیش کردہ ان رہنما اصولوں کا خلاصہ جو اس نے تجارت اور صحت مند کاروباری ماحول کے فروغ کے لئے تعلیم فرمائے ہیں۔

اسلام آزاد تجارت و معیشت کا حامی اور داعی ہے، نہ وہ بلاوجہ تاجروں اور خریداروں پر پابندیاں عائد کرتا ہے نہ حکومتوں کو اس کی اجازت دیتا ہے، البتہ دولت کے ارتکاز اور معاشی بدحالی پھیلانے والے دیگر امور سے سختی سے منع کرتا ہے اور ان کی بیخ کنی کے لئے قوانین بھی پیش کرتا ہے اور ہدایات بھی دیتا ہے، حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> اسلام نے ایک فطری اقتصادی و معاشی نظام دنیا کو دیا ہے، یہ معاشی نظام فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے، انسانی برادری کے تمام طبقات کی ضرورتوں کا کفیل اور ان کی مادی ضروریات اور دنیاوی حالات کا ضامن ہے۔(۸۳)

مزید فرماتے ہیں!

اسلامی معاشی نظام ہر طبقے کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے، اسبابِ معاش کی تقسیم کی بنا پر کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتا، بلکہ بزرگی کا معیار دیانت اور تقویٰ کو قرار دیتا ہے، ایک دوسرے کا اکرام لازم کرتا ہے، اسلامی معاشی نظام میں تجارت کو حلال قرار دیا ہے۔ اور سود کو حرام کیا ہے، کیونکہ تجارت سے مال بڑھتا ہے اور ہر طبقے میں تقسیم ہو جاتا ہے اس کے برعکس سود سے مال سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے قبضے میں چلا جاتا ہے، اسلامی نظام میں ہر طبقے کے لوگوں کو کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ہر شخص کو اس کی جائز کمائی کا حقدار قرار دیا ہے، اس سے مسابقت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور ملک کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے۔(۸۴)

اسلام کے ان رہنما اصولوں کی اثر آفرینی اور تاثیر نفاذ آج بھی شباب پر ہے، رسول برحق ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور تعلیمات کا اعجاز آج بھی انسانیت کو تحریکِ عمل دے رہا ہے، اس کی برکتیں آج بھی لامحدود اور اس کا دامن آج بھی وسیع ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ آج کی کمزور و مضمحل بلکہ دم توڑتی اور خود ساختہ نظام ہائے معیشت کے تحت سسکتی انسانیت کو اگر پناہ مل سکتی ہے تو فقط رحمۃ للعالمین کے دامنِ رحمت اور سایۂ عاطفت میں، فقط ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم شک وارتیاب کی دلدل سے اپنے آپ کو نکال کر اور علم و عمل میں روز بروز بڑھتے ہوئے بُعد سے چھٹکارا حاصل کرکے صدقِ دل، سوزِ یقین اور ایمانِ کامل کے ساتھ احکاماتِ خداوندی اور تعلیماتِ نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ پر عمل پیرا ہوں، اور ادخلوا فی السلم کافۃ کی عملی تصویر بن جائیں۔

تاجروں کے حقوق و فرائض کی بحث کو ختم کرنے سے قبل خلاصہ کلام کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت بیان کرتے ہیں، جس میں آپ ﷺ نے بہترین تاجر کی خصوصیات جمع فرمائی ہیں۔

بہترین تاجر

اصبہانیؒ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

ان اطیب الکسب کسب التجار الذین اذا احدثوالم یکذبوا واذا وعدوا لم یخلفوا واذا اءتمنوا لم یخنوا واذا اشتروا لم یدمواواذاباعوالم یمدحوا واذا کان علیھم لم یمطلوا واذا کان لھم لم یعیروا (۸۵)

بلاشبہ پاکیزہ ترین کمائی ان تاجروں کی ہے جو بات کرتے وقت جھوٹ نہیں بولتے، وعدہ کرتے ہیں تو اس کے خلاف نہیں کرتے، جب ان کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو خیانت نہیں کرتے، سامان خریدتے وقت اسے خراب نہیں کرتے، اور (اپنا سامان) بیچتے وقت اس کی (بے جا) تعریف نہیں کرتے، ان کے ذمہ کسی کا حق ہو تو ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام نہیں لیتے، اور اگر ان کا کسی پر قرض ہو تو اسے تنگ نہیں کرتے۔

اس جامع ترین حدیث پر یہ مضمون ختم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ (آمین)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ نقوش رسول نمبر / محمد طفیل (مدیر) ادارہ فروغِ اردو، لاہور ۱۹۸۳ء، / ج ۶ / ص ۴۷۵،

۲۔ ترمذی / السنن / ج ۳ / ص ۱۱۴ / رقم ۱۴۲۸،

۳۔ ایضاً، ج ۳ / ص ۶، رقم ۱۲۱۶،

☆۔ ابن ماجہ / السنن، / کتاب التجارات، باب مایرجی من البرکۃ فی البکور، رقم ۲۲۳۶،

☆۔ ابو داؤد / السنن / ج ۲ / ص ۳۸۱، رقم ۲۶۰۶،

۴۔ عماد الدین ابن کثیر / تفسیر القرآن العظیم / ج ۴ / ص ۳۶۷،

۵۔ ایضاً،

۶۔ القرآن، سورۂ مائدہ، آیت ۲،

۷۔ ابو الحسن مسلم بن حجاج / الصحیح، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبعہ اولیٰ ۱۹۹۸ء، تحقیق احمد شمس الدین، / ج ۱ / ص ۷۹، رقم ۵۵،

۸۔ ایضاً، رقم ۵۶،

۹۔ قاضی عیاض / الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، / مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۰ء، / ج ۱ / ص ۴۶،

۱۰۔ ابو داؤد الطیالسی / المسند، / ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۹۹۱ء، / کتاب البیوع والمکاسب،

۱۱۔ ابو داؤد / السنن / ج ۳ / ص ۲۲۶، رقم ۳۳۸۲،

۱۲۔ احمد بن حنبل / المسند / ج ۱ / ص ۵۱۵، رقم ۲۸۶۲،

۱۳۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی / السنن، قدیمی کتب خانہ کراچی، ج ۲ / ص ۳۲۳، رقم ۲۵۴۱،

۱۴۔ بیہقی / السنن الکبریٰ / ج ۸ / ص ۹۵، رقم ۱۰۵۵۹،

۱۵۔ مسلم / الصحیح / ج ۳ / ص ۱۱، رقم ۱۵۲۶،

☆ بخاری / الصحیح / کتاب البیوع، باب ۵۱،

☆ الدارمی / السنن / ج ۲ / ص ۳۲۹، رقم ۳۵۵۹،

۱۶۔ مسلم / الصحیح / ج ۳ / ص ۱۴ / رقم ۱۵۳۴،

☆ بیہقی / السنن الکبریٰ / ج ۸ / ص

۱۵۹، رقم ۱۰۷۲۶،

۱۷۔ دارمی / السنن / ج ۲ / ص ۳۲۷، رقم ۲۵۵۵،

☆ بخاری / الصحیح / کتاب البیوع، باب بیع المزابنۃ،

☆ نسائی / السنن / کتاب البیوع، باب النہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحہا،

۱۸۔ نسائی / السنن / کتاب البیوع، باب بیع السنن،

۱۹۔ ابن منظور / لسان العرب / ج ۴ / ص ۲۰۸،

۲۰۔ ترمذی / الجامع السنن / ج ۳ / ص ۳۵، رقم ۱۲۷۱،

☆ ابوداؤد / السنن / ج ۳ / ص ۲۴۸، رقم ۳۴۴۷،

۲۱۔ بیہقی / شعب الایمان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبعہ اولیٰ، ۱۹۹۰ء، / ج ۷ / ص ۵۲۵،

۲۲۔ ایضاً ص ۵۲۶،

۲۳۔ مالک بن انس / المؤطا، میر محمد کتب خانہ کراچی / کتاب البیوع، باب الحکرۃ والتربص،

۲۴۔ ایضاً،

۲۵۔ علی بن ابوبکر مرغی نانی، / الہدایہ، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی ۱۳۵۸ھ / ج ۴ / ص ۴۵۴ کتاب الکراہیہ،

۲۶۔ ایضاً، ص ۴۵۵،

۲۷۔ ابوداؤد الطیالسی / المسند / کتاب البیوع والمکاسب،

۲۸۔ دارمی / السنن / ج ۲ / ص ۳۲۶، رقم ۲۵۵۰،

۲۹۔ ابوداؤد / السنن / ج ۳ / ص ۲۴۵، رقم ۳۴۳۸،

۳۰۔ ابن منظور / لسان العرب / ج ۶ / ص ۳۵۱،

۳۱۔ ایضاً،

۳۲۔ حاشیہ ابوداؤد / السنن / ج ۳ / ص ۲۴۲،

۳۳۔ مولانا سید مناظر الحسن گیلانی / اسلامی معاشیات / دارالاشاعت کراچی، ص ۳۵۲،

۳۴۔ ابوداؤد / السنن / ج ۳ / ص ۲۴۵، رقم ۳۴۳۷،

۳۵۔ ایضاً، ص ۲۴۶، رقم ۳۴۳۹،

۳۶۔ ایضاً، ص ۲۴۷، رقم ۳۴۴۲،

☆ نسائی / السنن / کتاب البیوع، باب بیع الحاضر للبادی،

☆ ابن ماجہ / السنن / کتاب التجارات، باب النہی ان یبیع حاضر لباد، / رقم ۲۱۷۶،

۳۷۔ القرآن، سورۂ انعام آیت ۱۵۲،

۳۸۔ القرآن، سورۂ مطففین، آیت ۱ تا ۳

۳۹۔ فخر الدین رازی / التفسیر الکبیر / دار الفکر، بیروت، ج ۱۶ / ص ۸۹،

۴۰۔ نور الدین علی بن ابو بکر الہیثمی / مجمع الزوائد، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء / ج ۳ / ص ۲۰۳، رقم ۴۳۴۶،

۴۱۔ ابوداؤد الطیالسی / المسند / کتاب البیوع و المکاسب،

۴۲۔ القرآن سورۂ بقرہ آیت ۱۸۸،

۴۳۔ ملاحظہ کیجئے عبداللہ بن عباسؓ / تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس / قدیمی کتب خانہ، کراچی / ص ۳۲،

☆ قاضی ثناء اللہ عثمانی / تفسیر مظہری / مجلس اشاعت العلوم، حیدر آباد دکن / ج ۱ / ص ۲۰۹،

۴۴۔ مفتی محمد شفیع معارف القرآن / ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۷۶ / ج ۱ / ص ۴۶۰،

۴۵۔ ترمذی / الجامع السنن / ج ۳ / ص ۶، رقم ۱۲۱۵،

☆ مسلم / الصحیح / ج ۱ / ص ۱۰۰، رقم ۱۰۶،

۴۶۔ بخاری / الصحیح / کتاب البیوع، باب یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات،

☆ ابوداؤد / السنن / ج ۳ / ص ۲۰۹، رقم ۳۳۳۵،

۴۷۔ الدار قطنی / السنن / ج ۳ / ص ۷،

۴۸۔ ایضاً،

۴۹۔ مفتی محمد شفیع / معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ۱۹۷۶ء، ج ۱ / ص ۵۲۵،

۵۰۔ القرآن، سورۂ لقمان آیت ۶،

۵۱۔ آلوسی / روح المعانی / ج ۲۱ / ص ۶۷،

☆ مولانا عبدالحق حقانی / تفسیر فتح المنان (تفسیر حقانی) / نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی / ج ۳ / ص ۵۶۸،

۵۲۔ چنانچہ ابن مسعود، اور ابن عباسؓ سے یہی منقول ہے، اسی طرح حضرت حسن، عکرمہ اور سعید بن جبرؒ کی بھی یہی رائے ہے، ملاحظہ کیجئے، روح المعانی حوالہ بالا، اور قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی / تفسیر مظہری، مجلس اشاعت العلوم، حیدر آباد دکن، / ج ۷ / ص ۲۵۹،

۵۳۔ ابن کثیر / تفسیر القرآن العظیم / ج ۳ / ص ۴۴۲،

۵۴۔ الجوہری / الصحاح، بیروت ۱۹۸۴ء / ج ۶ / ص ۳۴۹،
۵۵۔ راغب اصفہانی / المفردات / ص ۱۸۷،
۵۶۔ مرتضیٰ الزبیدی / تاج العروس، طبع بیروت / ج ۱۰ / ص ۱۴۴،
۵۷۔ آلوسی / روح المعانی / ج ۳ / ص ۴۸،
۵۸۔ القرآن، سورۂ بقرہ آیت ۲۷۸، ۲۷۹،
۵۹۔ ترمذی / الجامع السنن / ج ۳ / ص ۴، رقم ۱۲۱۰،
☆ ابوداؤد / السنن / ج ۳ / ص ۲۰۸، رقم ۳۳۳۳،
☆ بیہقی / السنن الکبریٰ / ج ۸ / ص ۱۱۲،
۶۰۔ ابوداؤد / السنن / ج ۳ / ص ۲۰۷، رقم ۳۳۳۱،
☆ نسائی / السنن / کتاب البیوع باب اجتناب الشبہات فی الکسب،
۶۱۔ القرآن، سورۂ مومنون، آیت ۸،
۶۲۔ ہیثمی / مجمع الزوائد / ج ۱ / ص ۲۷۹،
۶۳۔ شبلی نعمانی / سیرت النبی، دارالاشاعت کراچی، طبع اول ۱۹۸۵ء / ج ۲ / ص ۱۸۵،
۶۴۔ القرآن، سورۂ احزاب آیت ۳۵،
۶۵۔ ترمذی / الجامع السنن / ج ۳ / ص ۵، رقم ۱۲۱۴،
☆ ابن ماجہ / السنن / کتاب التجارات باب التوقی فی التجارۃ، رقم ۲۱۴۶،
۶۶۔ القرآن، سورۂ توبہ آیت ۱۰۳،
۶۷۔ بخاری / الصحیح / ج ۱ / ص ۱۸۴،
۶۸۔ بخاری / الصحیح ج ۲ / ص ۳۷، کتاب فی الاستقراض،
۶۹۔ بخاری / ایضاً، ص ۳۹،
۷۰۔ القرآن سورۂ آل عمران آیت ۹۲،
۷۱۔ القرآن سورۂ الذاریات آیت ۱۹،
۷۲۔ ترمذی / الجامع السنن / ج ۳ / ص ۴، رقم ۱۲۱۲،
۷۳۔ ابوداؤد / السنن / ج ۲ / ص ۳۷۶، رقم ۲۵۹۴،
☆ نسائی / السنن / کتاب الجہاد، باب الاستنصار بالضعیف،
۷۴۔ احمد / المسند / ج ۵ / ص ۱۲۰،
۷۵۔ القرآن، سورۂ نور آیت ۳۷،
۷۶۔ ابن کثیر / تفسیر القرآن العظیم / ج ۳ / ص ۲۹۵،
۷۷۔ ایضاً،
۷۸۔ دیکھئے قاضی ثناء اللہ عثمانی / تفسیر

مظہری / ج ٦ / ص ۵۴۱،

☆ اور ابن کثیر محولہ بالا،

۷۹۔ ابن کثیر / تفسیر القرآن اعظیم / ج ۳ / ص ۲۹٦،

۸۰۔ مسلم / الصحیح / ج ۴ / ص ۱۸۳، رقم ۲۵۹۳،

☆ ابوداؤد / السنن / ج ۴ / ص ۲۷۳، / رقم ۴۸۰۷،

۸۱۔ مسلم / الصحیح / ج ۳، ص ۱۵۹، رقم ۱۷۳۲،

۸۲۔ ترمذی / الجامع الصحیح / ج ۳ / ص ۵۸، / رقم ۱۳۲۳،

☆ حاکم / المستدرک دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبعہ اولیٰ ۱۹۹۰ء، / ج ۲ / ص ٦۴، رقم ۲۳۳۸،

۸۳۔ مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ / مقالات زواریہ / زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی ۹۸ء / ص ۲۴٦،

۸۴۔ ایضاً، ص ۲۴۷،

۸۵۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی عثمانی / تفسیر مظہری / ج ۳ / ص ۳۴۷،